تاریخ طبری کے ماخذ

نوشتہ: ڈاکٹر جواد علی، عراق اکادمی، بغداد
ترجمہ: نثار احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی ۷

(۸)

(گذشتہ سے پیوستہ)

ابن اسحٰق نے اپنی تالیف کوفہ کے طبقۂ اشراف کے اُن رواۃ میں اچھی طرح شائع کردی تھی جنھوں نے تاریخ کو کوفیوں کا خاص رنگ دیا، اس نے اپنی سیرۃ کی روایت کو یحییٰ بن سعید الاموی تک ہی محدود نہیں رکھا۔ بلکہ ایسے متعدد رواۃ پیدا ہوگئے جنھوں نے ابن اسحٰق کی سیرت کو آگے بڑھایا، ان میں ایک ہارون بن ادریس الاصم[1] ہے، جسے رواۃ کوفہ کا سرخیل سمجھا جاتا ہے، اس نے مغازی ابن اسحٰق کا علم اپنے شیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن زیاد ابومحمد الکوفی المحاربی (متوفی ۱۹۵ھ)[2] سے نقل کیا جو ابن اسحٰق کے راویوں میں سے تھا، پھر اس سے علماء کی ایک بڑی جماعت نے اخذ کیا۔ جس میں ھناد بن السری بھی ہیں جن کا اوپر ذکر آچکا ہے، ان کے پاس بھی سیرابن اسحٰق کا ایک نسخہ موجود تھا۔[3] اور اس جماعت میں ابوکریب بھی ہیں جو طبری کے استاذ ہیں، ان کا ذکر طبری کے اسناد میں

[1] تاریخ الطبری میں ان کا نام دو جگہ آیا ہے۔ دیکھو پہلا ایڈیشن /۵۷۳ - ۹۷۰

[2] عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی۔ الشذرات ۱/۳۴۳ - تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۸۷ ان کا نام تاریخ طبری میں پانچ جگہ آیا ہے ملاحظہ ہو پہلا ایڈیشن / ۱۱۵ - ۱۹۷ - ۳۸۶ - ۵۷۳ - ۹۷۰ -

[3] لسان المیزان ۶/۲۴۸ - تہذیب التہذیب ۶/۸۶ - تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۸۷ - الشذرات ۱/۳۴۳ -

بار بار آتا ہے ان پر ہم آئندہ بحث کریں گے۔

سیرۃ ابن اسحٰق بصرہ میں بھی اسی طرح معروف تھی۔ یہ وہ شہر ہے جو نحو، لغت، قصص اور اخبار میں کوفے کا مقابلہ کرتا تھا۔ اس شہر میں ایک ایسی جماعت موجود تھی جس کا ان صنعانیوں سے ربط ضبط تھا جو اسرائیلیات کی روایت کثرت سے کرتے تھے۔ لیکن یہ شہر اخبار اور تاریخ کے معاملے میں کوفے سے بازی نہ لے جاسکا۔ علماء کی ایک جماعت نے ان سے سیرۃ کی روایت کی جن میں ابن مثنیٰ بھی ہیں۔ جن کا حوالہ بار بار تاریخ طبری میں آتا ہے۔ ان کا پورا نام محمد بن المثنیٰ بن عبید بن قیس بن دینار العنزی ابو موسیٰ البصری الحافظ (متوفی ۲۵۲ھ) ہے۔[1] الطبری نے اپنے سفر بصرہ کے زمانے میں ان سے اخذ کیا تھا اور ابن المثنیٰ نے سیرۃ کو وھب بن جریر بن حازم ابو العباس البصری الحافظ (متوفی ۲۰۶ھ)[2] سے اخذ کیا تھا جو بصرہ کے معروف علماء میں سے تھے۔ انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابن اسحٰق سے روایت کی تھی نیز جویریہ سے اور اسی ڈھب کے دوسرے رواۃ سے بھی نقل کیا ہے۔ ان کے اخبار آپ کو کتاب انساب الاشراف[3] میں بھی ملیں گے۔ جن سے اندازہ ہوگا کہ یہ مشہور مؤرخوں میں سے تھے۔

سیرۃ کے نسخے لیکن الطبقات کے مؤلف ابن سعد نے ـــ جیسا کہ الطبقات الکبریٰ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے، سیرۃ ابن اسحٰق کے اس نسخے سے مدد لی ہے جس کی روایت شہر بغداد میں ابراہیم بن سعد بن ابراہیم ابن عوف الزہری (متوفی بین ۱۸۳ھ و ۱۸۵ھ) نے کی تھی۔[4] یہ مدینہ کے باشندے اور ابن اسحٰق کے دوستوں میں تھے اور اس سے احکام کی بہت سی حدیثیں انھوں نے روایت کی ہیں، مغازی بھی نقل کئے ہیں،

---

[1] تہذیب التہذیب ۹/۴۲۵ - تذکرۃ الحفاظ ۲/۸۹ - الشذرات ۲/۱۲۶ ان کا نام ۸۰ سے زیادہ مقامات پر آیا ہے رجوع کنید: فہرست الطبری/۵۲۸ - [2] تہذیب التہذیب ۱۱/۱۶۱ - تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۰۷ - الشذرات ۲/۱۶ ابن المثنیٰ سے ابو بشر محمد بن احمد الدولابی نے بھی روایت کیا۔ دیکھیے ۱/۵۶ وغیرہ۔

[3] انساب الاشراف لاحمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری۔ الجزء الخامس - القدس ۱۹۳۶ء صفحات ۵۰، ۸۴، ۸۸، ۹۶، ۱۰۱، ۱۴۳، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۰، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۵۵، ۲۵۸، ۲۷۱، ۲۷۲، ۳۰۳ وغیرہ۔

[4] تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۳۲ الشذرات ۱/۳۰۵ - الدولابی ۱/۹۹۔

یہ کہا جاتا ہے کہ وہ واحد مدنی ہیں جنھوں نے سیرۃ ابن اسحٰق کی روایت کی ہے[1] ایک اور نسخہ بھی ابن سعد کے پیشِ نظر رہا جو ابن اسحٰق کے ایک راوی اور کاتب ھارون بن ابو عیسیٰ الشامی کا تھا۔ اپنے شیخ ابن اسحٰق سے روایت کرنے میں[2] انھیں معتبر سمجھا گیا ہے۔ تیسرا ایک نسخہ اور تھا جو محمد بن عبداللہ بن نصیر الہمدانی ابوعبدالرحمٰن الکوفی النفیلی کے پاس تھا جو کوفہ کے ممتاز محدثوں میں تھے۔ اور ان معدودے چند اشخاص میں ہیں جن سے اہل الحدیث خوش ہیں۔ انھوں نے شہر حرّان میں انتقال کیا۔ میرا خیال ہے کہ النفیلی کا یہ نسخہ ابراھیم بن سعد کے نسخے سے نقل ہوا تھا کیوں کہ یہ ممکن نہیں کہ النفیلی نے جن کا انتقال ۲۳۴ھ میں ہوا تھا۔ ابن اسحٰق (متوفی ۱۵۱ھ) سے اخذ کیا ہو۔ اگرچہ ابن الندیم نے اپنی کتاب میں یہ صراحت کی ہے کہ النفیلی نے کتاب السیرۃ والمبتدأ والمغازی کی روایت ابن اسحٰق سے کی تھی[3]

راویوں کے نزدیک مشہور بات یہ ہے کہ ابن اسحٰق نے خلیفہ ابوجعفر المنصور کی فرمایش کی تعمیل میں سیرۃ کی تالیف کی تھی، جس سے وہ حیرہ میں ملا تھا۔ رواۃ کہتے ہیں کہ جب ابن اسحٰق باریاب ہوا تو خلیفہ کے پاس اس کا بیٹا المہدی بیٹھا ہوا تھا، جب اس سے آنکھیں چار ہوئیں تو خلیفہ نے پوچھا: ابن اسحٰق، کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں یہ امیر المومنین کے صاحبزادے ہیں! خلیفہ نے کہا: "بس تو ان کے لئے ایک کتاب لکھدو جس میں تخلیقِ آدم سے ایں دم تک کے حالات ہوں" ابن اسحٰق نے واپس آکر کتاب لکھنی شروع کی اور جب اسے لے کر دوبارہ گیا تو خلیفہ نے کہا: "تم نے اسے بہت طویل کردیا، جاؤ اسے مختصر کر کے لاؤ" اب کی

---

[1] ان سے "کتاب السیرۃ والمبتدأ والمغازی" کی روایت کی گئی ہے" الارشاد ۶/۴۰۱ - الفہرست/۱۳۶ طبقات ابن سعد ج ۳ قسم ۱/۲۵ مقدمہ و ج ۳ قسم ۲/۵۱ - تہذیب التہذیب ۱/۱۲۱

ابراھیم بن سعد اپنے زمانے میں اہلِ مدینہ میں حدیث کے سب سے زیادہ روایت کرنے والے تھے۔ یہ بغداد میں بیت المال کے نگراں تھے اور ہارون الرشید ان کی بہت عزت کرتا تھا۔

[2] الطبقات ج ۳ قسم ۱/۲۵ و ج ۳ قسم ۲/۵۱ - تہذیب التہذیب ۱۱/۱۰ - ان کے بیٹے عبداللہ بن ہارون نے اور معلی بن اسد العمی نے ان سے روایت کیا - البخاری کا قول ہے کہ وہ ابن اسحٰق کے سوا دوسروں کی حدیث میں غلطی کرجاتے ہیں۔ [3] الفہرست/۱۳۶ - شذرات الذھب ۲/۸۰ تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۴

SPRENGER : ZDMG XIV P 288

مرتبہ اُس نے کتاب کا خلاصہ تیار کیا، اور یہ متداول کتاب (سیرۃ) وہی خلاصہ ہے، اسے امیر المومنین کے خزانے میں داخل کر دیا گیا۔[1] دوسری روایت میں ہے کہ ابن اسحٰق نے یہ کتاب کاغذوں پر لکھی تھی پھر وہ کاغذات سلمہ بن فضل کے پاس آ گئے تھے اسی لیے سلمہ بن فضل کی روایت کو دوسرے رواۃ سیرۃ پر فوقیت حاصل ہوئی ہے۔[2]

واقعہ یہ ہے کہ ابن اسحٰق نے مدینہ کے زمانۂ قیام ہی میں سیرۃ کی تصنیف مکمل کر لی تھی۔ اس کے بعد وہ ۱۳۲ھ میں وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوا۔ اس نے سیرۃ کو اہل مدینہ کے طریقے پر ترتیب دیا اور اسے مدینہ کے راویوں ہی سے اخذ کیا تھا۔[3] یہاں سے وہ اسے اپنے ساتھ لیتا گیا اور عراق کو جاتے ہوئے راستے میں جن علماء سے ملاقات ہوئی انھیں اس کی روایت کرنے کی اجازت دیتا گیا، پھر جب وہ عراق پہنچا تو ایک نسخہ اس نے خلیفہ کو بھی پیش کیا۔[4] یہاں سے وہ رے گیا اور المہدی سے ملا اور رے کے علماء کی ایک جماعت کو روایت سیرت کی اجازت دی، اور شاید اس نے خود ایک نسخہ رے کے قاضی سلمہ بن فضل کو دیا۔ یہاں سے بغداد کو واپس ہوا جہاں ۱۵۰ھ یا ۱۵۱ھ میں یا اس سے کچھ بعد اس کا انتقال ہو گیا۔[5]

سیرۃ کی تقسیم | سیرۃ ابن اسحٰق کی تالیف تین حصوں میں ہوئی ہے: المبتداء اور قصص انبیاء یا المبدأ، جو زمانۂ ماقبل اسلام کی تاریخ ہے، یا زیادہ صحیح لفظوں میں ابتدائے آفرینش سے رسول اللہ صلعم کی ولادت کے زمانے تک کی دنیا کی تاریخ ہے یہ سیرۃ کا پہلا باب یا مقدمہ ہے۔ پھر دوسرا حصہ سیرۃ و مغازی کا ہے۔[6] اس کے بعد تیسرا باب آتا ہے جسے کتاب الخلفاء کہا گیا ہے۔[7]

---

[1] تاریخ بغداد ۱/۲۲۱۔ [2] تاریخ بغداد ۱/۲۲۱-205 (3) BROCKELMANN : SUPPL-VOL I/ 205-221

(4) FÜCK : MOHAMMED IBN ISHAQ (FRANK-FURT 1925)

[5] ابن سعد: الطبقات ۷/۲ ابن قتیبہ: المعارف/۲۴۸ - ابن الندیم: الفہرست/۱۳۶

یاقوت: الارشاد ۵/۳۹۹ - ابن خلکان: الوفیات/۶۲۳ - الذہبی: میزان الاعتدال ۳/۲۱

ابن حجر: التہذیب ۹/۲۴۸ " اور عبدالملک بن ہشام نے ابن اسحٰق کی کتابوں سے اخذ کیا۔ پھر جس نے بھی سیرۃ کے موضوع پر کچھ کہا ہے وہ اسی پر اعتماد کرتا ہے۔" الشذرات ۱/۲۳۰۔

[6] (المبتدأ) الفہرست/۹۲ (مبدأ الخلق) ابن ہشام طبع وسٹنفلڈ ۲/۸ (المبدأ و قصص الانبیاء) السیرۃ الحلبیہ ۲/۲۳۵ (کتاب المغازی) ENCY V. 2 P. 390۔ [7] "کتاب الخلفاء" مستشرق KARABACEK کا خیال ہے کہ RAINER کے مجموعے میں جو اوراق ہیں ممکن ہے کہ وہ سیرۃ ابن اسحٰق کے نسخہ اصلی کے ہوں۔

ایک گروہ سیرۃ اور مغازی میں فرق کرتا ہے۔ جو لوگ اسے الگ الگ بیان کرتے ہیں وہ مغازی میں ایسی باتیں بھی شامل کر دیتے ہیں جو مغازی رسولؐ کے ذیل میں نہیں آتیں مگر ان کا مقصد اس حصّے کی ضخامت بڑھانا ہوتا ہے۔ ابن ھشام نے پہلے حصّے پر کم توجہ مرکوز کی ہے۔ لیکن الطبری اس کی نقل میں بخل نہیں کرتا اور المبدأ کے سلسلے میں ابوالولید احمد بن محمد الولید بن الازرقی صاحب کتاب اخبار مکۃ المشرفۃ نے اپنے پوتے ابو الولید محمد بن عبد اللہ الازرقی اور مطہر بن طاہر البلخی کی روایت سے نقل کیا ہے۔[1]

بظاہر تیسرے باب یعنی کتاب الخلفاء میں بہت کچھ گھڑنت تھی اسی لیے مورخین نے اس کی طرف قابلِ ذکر التفات نہیں کیا۔ نہ اس نے وہ شہرت حاصل کی جو سیرۃ کو حاصل ہوئی، لیکن اس حصّے سے الطبری نے خلفائے راشدین اور خلافتِ معاویہ نیز خلافتِ اموی کے ابتدائی دور کی تاریخ لکھنے میں[2] اخذ کیا ہے یہ حصہ اس نے اپنے شیخ محمد بن حمید سے اس نے شیخ عمر بن شبہ سے (عن زھیر عن وھیب عن ابیہ عن ابن اسحٰق)[3] اخذ کیا ہے۔ عمر بن شبہ بھی علی بن مجاہد بن رفیع الکابلی ابو مجاہد (متوفی بعد ۱۸۰ھ) سے اخذ کرتا ہے جو مغازی میں ایک کتاب کا مصنّف تھا اور ابن اسحٰق اور ابو معشر السندی سے مغازی کی روایت کرنے والوں میں شامل ہے۔ اس نے امویوں کے اخبار[4] پر مشتمل ایک کتاب بھی لکھی تھی۔

تاریخِ طبری میں متعدد مقامات پر اس کا نام آیا ہے[5] اس کے بارے میں ہم آئندہ تفصیل سے لکھیں گے جب امویوں کی تاریخ زیرِ بحث آئے گی۔ اسی طرح البلاذری کی کتاب انساب الاشراف میں بھی کئی جگہ اس کا حوالہ ان مواقع پر آیا ہے جہاں اس نے بنو امیہ کے اخبار کا ذکر کیا ہے[6] اور یہ شاید اس نے کسی ایسی کتاب سے اخذ کیا ہے جو امویوں کی تاریخ پر مشتمل تھی۔

---

[1] "اخبار مکۃ المشرفۃ" تاریخ مکۃ المشرفۃ - BROCKELMANN : SUPPL VOL I /209

[2] الطبری، تاریخ الطبری - تاریخ معاویہ و بعد - ENCYCLOPAEDIA VOL I P 542

[3] تہذیب التہذیب ۷/۳۷۷ - تاریخ بغداد ۱۲/۱۰۷ - الطبری ۶/۱۶۶

[4] کشف الظنون ۱/۲۸۹ - [5] فہرست الطبری / ۳۹۹ - [6] انساب الاشراف (حصہ ۲ جزء ۴) صفحات ۶ - ۱۴۱ - ۱۴۷ - جلد ۵/۲۶۳ -

سیرۃ ابن اسحٰق میں اشعار کی حیثیت

ابن اسحٰق نے اپنی سیرۃ میں اشعار کی بڑی وافر مقدار استعمال کی ہے اور اس کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ ہم ابن ہشام کے ہاں اشعار کی مقدار پر نظر ڈالیں، کیوں کہ اس نے اُن بہت سے شعروں کو چھوڑ دیا ہے جنھیں ابن اسحٰق نے استعمال کیا تھا، پھر بھی جو کچھ بچا ہے وہ پوری کتاب کے پانچویں حصے کی برابر ہے وہ ابن اسحٰق پر یہ الزام لگاتا ہے کہ اس نے شعروں کے معاملے میں صحیح اور فاسد کی تمیز بھی نہیں کی اور یہ کہ اس کے لئے اشعار گھڑ کر لوگ لاتے تھے اور اس سے کہتے تھے کہ انھیں کتاب سیرۃ میں شامل کر لیا جائے اور وہ ایسا ہی کرتا تھا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کی کتاب میں ایسے اشعار آ گئے ہیں جو رواۃ شعر کے نزدیک غیر معتبر ہیں[1] اسی لئے ابن ھشام نے سیرۃ ابن اسحٰق میں آنے والے اشعار کی بڑی مقدار کو حذف کر دیا ہے، کیوں کہ کسی اہلِ علم نے اُسے شعر کے معاملے میں معتمد نہیں گردانا، یا اس لئے کہ اُس کے شیخ البکائی نے جس نے خود ابن اسحٰق سے سیرۃ کی روایت اخذ کی تھی، ان اشعار کی قرأت نہیں کی[2]

وہ اس معاملے میں ابن اسحٰق کو مطعون کرتا ہے، مگر فی الواقع ابن اسحٰق پہلا شخص نہیں ہے جس نے گھڑے ہوئے اشعار کتاب میں داخل کیے ہوں، نہ وہ غلط اور صحیح شعروں میں تمیز کر سکنے کے معاملے میں منفرد ہے بلکہ زمانہ ماقبل اسلام سے متعلق جو اخبار و انساب کی کتابیں وجود میں آئیں ان میں جعلی شعروں کی یہ تعداد برابر بڑھتی گئی ہے۔ اور محدث کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ ہر روایت پر اعتماد کر لیتا ہے کیونکہ اس کی نظر میں راوی کا ایک اعتبار ہے اور وہ روایات کو معتبر جانتا ہے، اسی ایک بات سے راویوں کا کمزور پہلو ظاہر ہو جاتا ہے۔

اہلِ مدینہ پر روایت کی گرفت بہت مضبوط تھی اور اسی لئے وہ "سند" کو اہمیت دیتے تھے اور "رائے" کو پسند نہ کرتے تھے اس معاملے میں وہ اہلِ عراق کے نقیض تھے، خاص طور سے اہلِ کوفہ کے۔ جو رائے اور قیاس کا آزادانہ استعمال کرتے تھے۔ اکثر حالات میں اہلِ مدینہ کے اسانید قوی، پختہ اور مستحکم ہوتے تھے۔ ان میں ربط و تسلسل بھی پایا جاتا تھا، مگر اس کے باوجود ان میں اتنی سکت نہیں تھی کہ رائے کے مقابلے میں ٹک سکیں یا نقاد کی تنقید جھیل جائیں۔ اسی سبب سے اہلِ مدینہ کے نزدیک سیرۃ بھی اگرچہ واضح اور متصلۃ الاسانید تھی لیکن اس کی بنیادیں اتنی پائیدار نہ تھیں جتنی سیرۃ کی ان کتابوں کی ہیں جو علم سیرۃ کا مرکز حجاز

---

[1] الفہرست / ۱۳۶ [2] ابن ھشام ۱/۴۔

سے عراق کو منتقل ہونے کے بعد کوفے میں مرتب کی گئیں۔ محمد بن اسحٰق حقیقت میں اہل مدینہ کے رجحان کی نمائندگی کرتا ہے اس لئے شاید اس نے یہ جعلی اشعار جان بوجھ کر سیرۃ میں داخل نہ کئے ہوں گے بلکہ ان کی ذمہ داری اُن راویوں پر عاید ہوتی ہے جنھوں نے ابن اسحٰق تک انھیں پہنچایا ہے۔

قواعدِ اسناد کی خلاف ورزی علمائے حدیث نے ابن اسحٰق پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ وہ قواعدِ اسناد کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اخذِ روایت میں پوری طرح محتاط نہیں رہتا اور یہ باتیں اہل الحدیث کے نزدیک نامناسب ہیں اس لئے اُن کی نظر میں ابن اسحٰق کی سندیں غیر مربوط اور شکستہ ہیں مثلاً اس کا یہ قول: "حَدَّثَنِی مَنْ لا اتَّهِمُهُ"[۱] یا "حَدَّثَنِی بعضُ أهلِ العِلمِ"[۲] یا "حُدِّثْتُ أن...."[۳] یا "یُقالُ...."[۴] یا "حَدَّثَنَا..... وغیرہٖ مِن أهلِ العِلمِ أنَّ...."[۵] وغیرہ یہ وہ مثالیں ہیں جو سیرۃ ابن ھشام میں یا سیرۃ ابن اسحٰق سے منقول ہو کر تاریخ طبری میں ملتی ہیں۔ اگر یہ مثالیں قابلِ نقد و جرح ہو سکتی ہیں تو ان کا اطلاق الطبری پر اور اس جیسے بہت سے مورخوں پر بھی ہوتا ہے جنھوں نے طریقۂ اسناد کا اتباع کیا ہے لیکن روایت کی شرائط کو پورا نہیں کیا۔

پھر ابن اسحٰق پر یہ الزام ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے اخذ کرتا ہے اور اُن پر اعتماد کرتا ہے اور انھیں "اہل العلم الاول" بتاتا ہے۔ اس کی سیرۃ میں متعدد مقامات ایسے ہیں جو اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ اسکے سوا اور لوگوں نے بھی اہلِ کتاب سے اخذ کیا تھا، لیکن اتنی کثرت سے نہیں، اور نہ ان سے کسی غریب روایت کو قبول کیا تھا اس لئے انھیں مطعون نہیں کیا جاتا۔

اس کی کتاب کے بعض حصے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ نقل پر بھروسا کرنے میں مبالغہ کی حد تک جانیوالوں میں سے ہے اسی لئے اہلِ کتاب نے جو کچھ اُس کے سامنے یہ کہہ کر روایت کیا کہ یہ "علم الاول" ہے یا اُن کے صحفِ سماوی میں آیا ہے اس نے اُن کی تصدیق کر دی۔ اس حصے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہی ہے جو ان حصوں میں بیان ہوا ہے جنھوں نے اسرائیلیات کی عجیب و غریب باتوں کی تصدیق کی ہے۔

—— (باقی) ——

---

[۱] الطبری ۹۲/۱ [۲] الطبری ۷۰/۱ [۳] الطبری ۵۵/۱ [۴] الطبری ۴۷/۱ [۵] الطبری ۱۳۰/۱۔